QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

تفسیرِ ضیاء القرآن میں صوفیانہ تعبیرات کی عصری معنویت کا تجزیاتی مطالعہ

An analytical study of the contemporary meaning of Sufi interpretations in Tafsir-e-Zia-ul-Quran

Sarfraz ahmad
Mphil Scholar, Deparment of Islamic studies, Superior university Lahore
srfrazahmad0308@gmail.com
Dr Hafiz M Mudassar Shafique *(Corresponding Author)*
Assistant professor, Chaudhry Abdul Khaliq Center for Contemporary Islamic Sciences, (CAKCCIS) Superior university, Lahore
mudassar.shafique@superior.edu.pk
mudassaraarbi@gmail.com
Muhammad Soban
Mphil Scholar, Deparment of Islamic studies, Superior university Lahore
muhammadsoban39pk@gmail.com

Abstract

Tafsir-e-Zia-ul-Quran is considered one of the prominent commentaries of the subcontinent. Its author, Pir Muhammad Karam Shah al-Azhari, has presented the moderate and reformist thoughts of Sufism in a very balanced manner along with the traditional exegetical principles in the interpretation of the Holy Quran. In this commentary, Sufi interpretations are not limited to mere esoteric references but also highlight practical and intellectual aspects such as self-purification, moral purification, spiritual training, divine love, following the Sunnah and reforming society. In the present era, when issues such as materialism, spiritual unrest, moral degradation and intellectual chaos are affecting human life, the need to re-evaluate the contemporary meaning of Sufi interpretive trends increases even more. The aim of the research under review is to conduct an analytical study of the Sufi interpretations contained in Tafsir-e-Zia-ul-Quran, clarify their Quranic and exegetical foundations, and evaluate their usefulness in the contemporary social, moral and intellectual context. The research will also clarify which concepts of Sufism the commentator has adopted in the light of the Quran and Sunnah, which unauthentic or exaggerated tendencies he has avoided, and in what way he has highlighted the interrelationship between moderation, Sharia and Tariqat. This research will be primarily qualitative in nature, in which analytical and descriptive research methods will be adopted. For this purpose, a textual analysis of selected passages of Tafsir-e-Zia-ul-Quran will be conducted and comparative use will also be made of other reliable interpretations and scholarly sources related to Sufism. It is expected that the results of this research will clarify that the Sufi interpretations presented in Tafsir-e-Zia-ul-Quran provide effective guidance in solving the spiritual, moral and social problems of the present era and play a significant role in promoting moderation, tolerance, self-purification and positive social attitudes in Islamic thought.

Key words: *Tafsir-e-Zia-ul-Quran, Sufism, Interpretations, Contemporary Era.*

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی آخری آسمانی کتاب اور انسانیت کے لیے مکمل دستورِ حیات ہے۔ جس کی تعلیمات ہر دور کے فکری، اخلاقی اور روحانی مسائل کا جامع حل پیش کرتی ہیں۔ انہی تعلیمات کو مختلف ادوار میں مفسرین نے اپنے علمی مناہج کے مطابق واضح کیا۔ جن میں برصغیر کے ممتاز مفسر پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کا نام نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کی تصنیف تفسیرِ ضیاء القرآن اردو زبان کی معتبر تفاسیر میں شمار ہوتی ہے، جس میں قرآنِ مجید کی آیات کی تشریح اعتقادی، فقہی، اخلاقی، دعوتی اور روحانی پہلوؤں کو یکجا کرتے ہوئے نہایت معتدل اور تحقیقی انداز میں کی گئی ہے۔ اس تفسیر کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں قرآنی تعلیمات کی روشنی میں تصوف کی صحیح اور متوازن تعبیر پیش کی گئی ہے۔ جس میں شریعت اور طریقت کے باہمی تعلق کو نمایاں کیا گیا ہے۔[1] پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ (1918ء–1998ء) برصغیر کے ممتاز مفسر، محدث، فقیہ، خطیب اور روحانی راہنما تھے۔ آپ نے جامعہ ازہر، مصر سے اعلیٰ دینی تعلیم حاصل کی اور وطن واپسی کے بعد تدریس، دعوت، تصنیف اور اصلاحِ معاشرہ کے میدان میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ آپ کی علمی شخصیت میں شریعت اور تصوف کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ جس کا واضح اظہار تفسیرِ ضیاء القرآن میں نظر آتا ہے۔ آپ نے ہمیشہ ایسے تصوف کی ترجمانی کی جو قرآن و سنت کی تعلیمات کے تابع ہو اور جس کا مقصد انسان کے ظاہر و باطن کی اصلاح، اخلاق کی پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کا حصول ہو۔[2] تصوف اسلامی تعلیمات کا وہ روحانی پہلو ہے جس کا بنیادی مقصد تزکیۂ نفس، اصلاحِ قلب، اخلاص، تقویٰ اور قربِ الٰہی کا حصول ہے۔ ائمۂ تصوف کے نزدیک حقیقی تصوف شریعت کی مکمل پابندی کے ساتھ حسنِ اخلاق، اتباعِ سنت اور خدمتِ خلق کا نام ہے۔ نہ کہ رہبانیت یا دنیا سے کنارہ کشی۔ موجودہ دور میں مادیت، روحانی اضطراب اور اخلاقی زوال کے تناظر میں تفسیرِ ضیاء القرآن میں پیش کردہ صوفیانہ تعبیرات اعتدال، محبت، رواداری، تزکیۂ نفس اور اخلاقی تعمیر کی مؤثر رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ اسی بنا پر تفسیرِ ضیاء القرآن میں صوفیانہ تعبیرات کی عصری معنویت کا تجزیاتی مطالعہ نہ صرف علمی بلکہ عملی اعتبار سے بھی اہمیت کا حامل ہے۔ کیونکہ یہ قرآنِ مجید کی روحانی تعلیمات کو عصرِ حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ انداز میں سمجھنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

تفسیرِ ضیاء القرآن کا تعارف:

تفسیرِ ضیاء القرآن اردو زبان کی معروف اور مستند تفاسیر میں شمار ہوتی ہے۔ جسے برصغیر کے ممتاز مفسر، محدث اور صاحبِ طریقت پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے تصنیف کیا۔ یہ تفسیر عام قارئین، طلبہ اور اہلِ علم کی علمی و روحانی رہنمائی کے پیشِ نظر لکھی گئی، جس میں قرآنِ مجید کی آیات کی تشریح نہایت سادہ، مدلل اور معتدل انداز میں کی گئی ہے۔ مفسر نے تفسیر میں قرآن کی تفسیر قرآن واحادیثِ نبویہ، اقوالِ صحابہ و تابعین اور معتبر تفسیری مصادر سے استفادہ کرتے ہوئے اعتقادی، فقہی، اخلاقی اور روحانی مباحث کو متوازن انداز میں پیش کیا ہے۔[3] تفسیرِ ضیاء القرآن کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں قرآنِ مجید کی روحانی تعلیمات کو اہلِ سنت کے معتدل صوفیانہ منہج کے مطابق بیان کیا گیا ہے۔ پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے تصوف کو شریعت سے جدا کوئی مستقل نظام قرار نہیں دیا بلکہ اسے قرآن و سنت کی تعلیمات کا باطنی اور اخلاقی پہلو قرار دیا ہے۔ اسی وجہ سے اس تفسیر میں تزکیۂ نفس، اخلاص، تقویٰ، محبتِ الٰہی، محبتِ رسول ﷺ، ذکرِ الٰہی، صبر، شکر، توکل اور احسان جیسے مضامین کو قرآنی آیات کی روشنی میں نہایت متوازن انداز سے واضح کیا گیا ہے۔ آپ کی صوفیانہ تعبیرات میں نہ غلو پایا جاتا ہے اور نہ ہی ایسی تاویلات جن سے شریعت کے ظاہری احکام متاثر ہوں، بلکہ ہر مقام پر کتاب و سنت کی پابندی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔[4] تفسیرِ ضیاء القرآن کا صوفیانہ منہج اصلاحِ باطن اور تزکیۂ نفس کو عملی زندگی سے جوڑتا ہے۔ مفسر کے نزدیک حقیقی تصوف دنیا سے کنارہ کشی یا رہبانیت کا نام نہیں بلکہ معاشرے میں رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت، سنتِ نبوی ﷺ کی پیروی، حسنِ اخلاق اور خدمتِ خلق اختیار کرنے کا نام ہے۔ یہی اعتدال پسند نقطۂ

---

[1] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، .n.d)، 151–9 :۔

[2] محمد ایوب قادری، حیاتِ پیر محمد کرم شاہ الازہری (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 2000)، 45–58؛ ابو حامد محمد الغزالی، احیاء علوم الدین (بیروت: دار المعرفۃ، .n.d)، 253–18 :۔

[3] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، .n.d)، 151–7 :۔

[4] ایضاً، 1:18–25۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

نظر اس تفسیر کو دیگر تفاسیر سے ممتاز کرتا ہے۔ موجودہ دور میں جب مادیت، اخلاقی زوال، روحانی بے چینی اور نفسیاتی اضطراب میں اضافہ ہو رہا ہے، تفسیرِ ضیاء القرآن میں پیش کردہ صوفیانہ تعبیرات انسان کی روحانی اصلاح، اخلاقی تربیت اور معاشرتی اعتدال کے لیے مؤثر رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ اس بنا پر یہ تفسیر نہ صرف علمی و تفسیری اعتبار سے اہم ہے۔ بلکہ عصرِ حاضر کے فکری اور روحانی مسائل کے حل میں بھی قابلِ قدر حیثیت رکھتی ہے۔[5]

تصوف کا ارتقاء، صوفی کی تعریف اور صوفی کسے کہتے ہیں:

تصوف اسلامی علوم کا وہ شعبہ ہے جو انسان کی باطنی اصلاح، تزکیۂ نفس، اخلاقِ حسنہ اور قربِ الٰہی کے حصول سے متعلق ہے۔ اگرچہ "تصوف" کی اصطلاح عہدِ نبوی ﷺ اور عہدِ صحابہؓ میں بطور اصطلاح معروف نہیں تھی، لیکن اس کے بنیادی تصورات، جیسے اخلاص، تقویٰ، زہد، صبر، شکر، توکل اور ذکرِ الٰہی، قرآنِ مجید اور سنتِ نبوی ﷺ میں پوری وضاحت کے ساتھ موجود ہیں۔ دوسری اور تیسری صدی ہجری میں جب اسلامی ریاست کی وسعت، معاشرتی آسائش اور دنیاداری میں اضافہ ہوا تو بعض اہلِ علم و عبادت نے باطنی اصلاح اور روحانی تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ یہی رجحان آگے چل کر "تصوف" کے نام سے معروف ہوا۔ بعد کے ادوار میں امام جنید بغدادیؒ، امام قشیریؒ اور امام غزالیؒ جیسے اکابر علماء نے تصوف کو قرآن و سنت کی روشنی میں منظم علمی بنیادیں فراہم کیں اور واضح کیا کہ حقیقی تصوف شریعت سے الگ نہیں بلکہ اس کا باطنی اور اخلاقی پہلو ہے۔[6] لغوی اعتبار سے "صوفی" کی نسبت کے بارے میں متعدد آراء ملتی ہیں، تاہم اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس کی نسبت "صوف" (اون) کی طرف ہے، کیونکہ ابتدائی زاہدین سادگی اور زہد کی علامت کے طور پر اونی لباس استعمال کرتے تھے۔ اصطلاحی اعتبار سے صوفی وہ شخص ہے جو اپنے ظاہر و باطن کو شریعت کے مطابق سنوارے، اپنے نفس کا تزکیہ کرے، اخلاقِ حسنہ سے آراستہ ہو اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھے۔ امام جنید بغدادیؒ کے مطابق تصوف کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم رکھے اور اپنے اخلاق کو پاکیزہ بنائے، جبکہ امام قشیریؒ نے تصوف کو حسنِ اخلاق و دوامِ عبادت اور اخلاص کا راستہ قرار دیا ہے۔[7] پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے تفسیرِ ضیاء القرآن میں بھی تصوف کو قرآن و سنت کے تابع روحانی تربیت کا نام قرار دیا ہے۔ آپ کے نزدیک ایسا تصوف جو شریعت سے ہٹ کر ہو یا جس میں غلو، بدعات یا غیر شرعی افکار شامل ہوں، وہ اسلام کی حقیقی روح کی نمائندگی نہیں کرتا۔ آپ نے اپنی تفسیر میں بارہا واضح کیا ہے کہ حقیقی صوفی وہ ہے جو محبتِ الٰہی، محبتِ رسول ﷺ، اتباعِ سنت، اخلاص، تقویٰ، خدمتِ خلق اور حسنِ اخلاق کو اپنی عملی زندگی کا حصہ بنائے۔ یہی معتدل صوفیانہ تصور عصرِ حاضر میں روحانی بے چینی، اخلاقی انحطاط اور مادیت کے غلبے کے مقابلے میں انسان کی فکری اور اخلاقی اصلاح کا مؤثر ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے۔[8] قرآنِ مجید انسان کی ظاہری اور باطنی اصلاح کے لیے جامع اصول فراہم کرتا ہے۔ جن میں تقویٰ، تزکیۂ نفس اور ہدایت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ سورۂ البقرہ کی ابتدائی آیات (2:2–5) متقین کی ان صفات کو بیان کرتی ہیں جو ایک مومن کی روحانی، اخلاقی اور عملی زندگی کی بنیاد بنتی ہیں۔ پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے تفسیرِ ضیاء القرآن میں ان آیات کی تشریح صوفیانہ زاویۂ نظر سے کرتے ہوئے تقویٰ کو اصلاحِ باطن اور قربِ الٰہی کے حصول کا بنیادی ذریعہ قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک قرآن کی حقیقی ہدایت اسی شخص کو حاصل ہوتی ہے جس کا دل اخلاص، عاجزی اور تزکیۂ نفس سے آراستہ ہو۔ یہی تعبیر تصوف کی حقیقی روح کو قرآن و سنت کے دائرے میں واضح کرتی ہے اور عصرِ حاضر کے اخلاقی و روحانی مسائل کے حل کے لیے مؤثر رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

سورۂ البقرہ کی ابتدائی آیات (2:2–5) قرآنِ مجید کے بنیادی پیغام، یعنی ہدایت، تقویٰ اور کامیابی کے اصولوں کو واضح کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:[9]

﴿ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

[5] ایضاً، 1:26–35۔

[6] ابوالقاسم عبدالکریم القشیری، الرسالۃ القشیریۃ (قاہرہ: دار المعارف، 1966)، 39–52؛ ابو حامد محمد الغزالی، احیاء علوم الدین (بیروت: دار المعرفۃ)، 3:3–15۔

[7] ابوالقاسم عبدالکریم القشیری، الرسالۃ القشیریۃ، 6155–۔

[8] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز)، 1:18–30۔

[9] القرآن، البقرۃ 2:2–5۔

پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ تفسیرِ ضیاء القرآن میں ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے تقویٰ کو محض ظاہری پرہیزگاری نہیں بلکہ قلب وباطن کی ایسی کیفیت قرار دیتے ہیں جو انسان کو ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق زندگی گزارنے پر آمادہ کرتی ہے۔ ان کے نزدیک تقویٰ ایمان، اخلاص، خوفِ خدا، محبتِ الٰہی اور مسلسل محاسبۂ نفس کا مجموعہ ہے۔ یہی باطنی کیفیت تصوف کا بنیادی مقصد بھی ہے۔ کیونکہ تصوف انسان کے ظاہر کے ساتھ ساتھ اس کے باطن کی اصلاح اور تطہیر پر زور دیتا ہے۔[10]

تفسیرِ ضیاء القرآن کے مطابق ﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن سے حقیقی فائدہ وہی شخص حاصل کرتا ہے جس کے دل میں طلبِ حق، عاجزی اور اصلاحِ نفس کا جذبہ موجود ہو۔ اگر دل تکبر، حسد، دنیا پرستی اور نفسانی خواہشات سے آلودہ ہو تو قرآن کی ہدایت کے اثرات محدود رہ جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیہ کرام تزکیۂ نفس کو معرفتِ الٰہی کے حصول کی پہلی منزل قرار دیتے ہیں۔[11]

ان آیات میں مذکور متقین کی صفات، یعنی ایمان بالغیب، نماز کا اہتمام، اللہ کی راہ میں خرچ کرنا، تمام آسمانی وحی پر ایمان اور آخرت پر کامل یقین، دراصل تصوف کے عملی ارکان بھی ہیں۔ پیر کرم شاہ الازہریؒ ان صفات کو صرف اعتقادی اصول نہیں بلکہ عملی زندگی میں روحانی تربیت کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک نماز بندے اور رب کے درمیان تعلق کو مضبوط کرتی ہے۔ انفاق دل کو بخل اور دنیا کی محبت سے پاک کرتا ہے۔ جبکہ آخرت کا یقین انسان کو مسلسل احتسابِ نفس پر آمادہ رکھتا ہے۔[12] صوفیانہ نقطۂ نظر سے ان آیات میں تقویٰ کا تصور انسان کو "تزکیۂ نفس" کی طرف لے جاتا ہے۔ تزکیۂ نفس کا مطلب خواہشاتِ نفس، تکبر، حسد، ریا، بغض اور دیگر اخلاقی بیماریوں سے دل کو پاک کرنا اور اس میں اخلاص، محبتِ الٰہی، صبر، شکر اور توکل جیسی صفات پیدا کرنا ہے۔ تفسیرِ ضیاء القرآن میں یہی روحانی تطہیر حقیقی کامیابی (فلاح) کی بنیاد قرار دی گئی ہے، کیونکہ قرآن نے انہی لوگوں کو "المفلحون" فرمایا ہے جو ایمان اور تقویٰ کی عملی صفات سے آراستہ ہوں۔[13] عصری معنویت کے اعتبار سے یہ آیات آج کے دور میں بھی غیر معمولی اہمیت رکھتی ہیں۔ موجودہ معاشرہ مادہ پرستی، اخلاقی زوال، ذہنی اضطراب، خودغرضی، حسد، لالچ اور روحانی بے چینی جیسے مسائل سے دوچار ہے۔ تفسیرِ ضیاء القرآن کی روشنی میں تقویٰ اور تزکیۂ نفس ان تمام مسائل کا مؤثر علاج پیش کرتے ہیں۔ جب انسان اپنے دل کو اخلاقی برائیوں سے پاک کرتا ہے اور اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع بناتا ہے تو اس کی شخصیت میں اعتدال، دیانت، برداشت، خدمتِ خلق اور روحانی سکون پیدا ہوتا ہے۔ یہی اوصاف ایک صحت مند، پُرامن اور متوازن معاشرے کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔[14]

تحقیقی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کی صوفیانہ تعبیر اعتدال پسند اور قرآن وسنت کے مطابق ہے۔ وہ تصوف کو شریعت سے الگ کوئی مستقل راستہ نہیں سمجھتے بلکہ شریعت کی روح، یعنی احسان، اخلاص اور تزکیۂ نفس کی تکمیل قرار دیتے ہیں۔ اس ضمن میں امام ابو حامد محمد الغزالیؒ نے بھی تصوف کی بنیاد تزکیۂ نفس اور اصلاحِ باطن کو قرار دیا ہے[15]۔ جبکہ علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ نے بھی ان آیات کی تفسیر میں تقویٰ اور ہدایت کے باہمی تعلق کو نمایاں کیا ہے۔[16–17] اس لیے ان آیات کی تفسیر

---

[10] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، س ن)، 1:95–102۔

[11] ایضاً، 1:96۔

[12] ایضاً، 1:97۔

[13] ایضاً، 1:99۔

[14] ایضاً، 1:101۔

[15] امام ابو حامد محمد الغزالی، احیاء علوم الدین (بیروت: دار المعرفۃ، س ن)، 3:58–66۔

[16] علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، خزائن العرفان فی تفسیر القرآن (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، س ن)، 16–18۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

میں پیش کردہ تقویٰ کا تصور نہ صرف فرد کی روحانی تعمیر کرتا ہے بلکہ معاشرتی اصلاح، اخلاقی استحکام اور دینی شعور کی بیداری میں بھی مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔ یہی پہلو تفسیرِ ضیاء القرآن کی صوفیانہ تعبیرات کو عصرِ حاضر میں نمایاں معنویت عطا کرتا ہے۔

اس موقف کی تائید میں شیخ محی الدین ابن عربیؒ بھی اس آیت کی تفسیر میں واضح کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت محض دعویٰ یا قلبی میلان کا نام نہیں بلکہ اس کا حقیقی ثبوت رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع ہے۔ ان کے نزدیک سالک اس وقت تک مقامِ قربِ الٰہی تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ اپنے ظاہر و باطن کو سنتِ نبوی کے مطابق نہ ڈھال لے۔ ابن عربیؒ کے مطابق محبتِ الٰہی کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے اخلاق، اعمال اور باطنی احوال میں رسول اکرم ﷺ کی پیروی اختیار کرے۔ کیونکہ یہی اتباع بندے کو معرفتِ الٰہی، تزکیۂ نفس اور مقامِ احسان تک پہنچاتی ہے۔ اس اعتبار سے ابن عربیؒ کا تصورِ محبت و اتباع، پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کی اس تعبیر کی تائید کرتا ہے کہ اسلامی تصوف شریعت اور سنتِ نبوی سے جدا کوئی مستقل راستہ نہیں بلکہ انہی کی باطنی روح اور عملی تکمیل کا نام ہے۔[18] علامہ مفتی احمد یار خان نعیمیؒ سورۃ البقرۃ کی ابتدائی آیات کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ تقویٰ محض ظاہری پرہیزگاری کا نام نہیں بلکہ ایسا باطنی نور ہے جو انسان کے دل کو گناہوں، نفسانی خواہشات اور اخلاقی برائیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ ان کے نزدیک قرآنِ کریم کی ہدایت صرف انہی لوگوں کے لیے مؤثر ثابت ہوتی ہے جن کے دل میں اخلاص، طلبِ حق اور خشیتِ الٰہی موجود ہو۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دل کی پاکیزگی اور اصلاحِ باطن کے بغیر قرآن کے انوار سے مکمل فائدہ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔[19] یہ تصور صوفیانہ تعلیمات سے ہم آہنگ ہے جہاں تزکیۂ نفس، مجاہدۂ نفس اور احسان کو قربِ الٰہی کا بنیادی ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے تفسیرِ نعیمی میں تقویٰ کو ظاہری اعمال کے ساتھ ساتھ قلبی اصلاح اور روحانی تربیت کا جامع تصور پیش کیا گیا ہے، جو عصرِ حاضر میں بھی فرد کی اخلاقی اور روحانی تعمیر کے لیے نہایت مؤثر ہے۔ علامہ نعیمیؒ متقین کی صفات، یعنی ایمان بالغیب، اقامتِ صلوٰۃ، انفاق فی سبیل اللہ اور آخرت پر کامل یقین کو محض اعتقادی اصول نہیں بلکہ روحانی تربیت کے عملی مراحل قرار دیتے ہیں۔ ان کے مطابق نماز بندے کے دل میں خشوع، محبتِ الٰہی اور احساسِ بندگی پیدا کرتی ہے، جبکہ انفاق انسان کو بخل، حرص اور دنیا کی محبت سے پاک کرتا ہے۔ اسی طرح آخرت پر یقین انسان کو مسلسل محاسبۂ نفس اور اصلاحِ کردار کی طرف متوجہ رکھتا ہے۔[20] صوفیانہ نقطۂ نظر سے یہ تمام اوصاف تزکیۂ نفس اور قربِ الٰہی کے بنیادی ذرائع ہیں۔ موجودہ دور میں، جب مادہ پرستی، خود غرضی اور اخلاقی انحطاط عام ہے، تفسیرِ نعیمی کی یہ تعبیر فرد اور معاشرے دونوں کی روحانی و اخلاقی اصلاح کے لیے نہایت اہمیت رکھتی ہے اور قرآن کے تصورِ تقویٰ کو ایک عملی اور عصری رہنمائی کے طور پر پیش کرتی ہے۔

مندرجہ بالا نتائج سے یہ حقیقت نمایاں ہوتی ہے کہ پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے سورۂ البقرہ کی ابتدائی آیات (2:2–5) کی تفسیر میں تصوف کو محض نظری یا خانقاہی روایت کے طور پر پیش نہیں کیا بلکہ اسے قرآن و سنت کی تعلیمات سے ہم آہنگ ایک جامع تربیتی نظام کے طور پر واضح کیا ہے۔ ان کے نزدیک تقویٰ، ایمان بالغیب، اخلاص، اقامتِ صلوٰۃ، انفاق اور یقینِ آخرت ایسے اوصاف ہیں جو انسان کے ظاہر و باطن دونوں کی اصلاح کرتے ہیں۔ اس تعبیر سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی تصوف شریعت کی پابندی، اخلاقی تطہیر اور روحانی ارتقا کا نام ہے، نہ کہ دنیا سے کنارہ کشی یا غیر شرعی طرزِ عمل کا۔ پیر کرم شاہ الازہریؒ کی یہ فکر اہلِ سنت کے اعتدال پسند منہج کی نمائندہ ہے، جس میں شریعت اور طریقت ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ اسی لیے ان کی تفسیر میں تزکیۂ نفس کو قرآن فہمی، اخلاقی تربیت اور قربِ الٰہی کے حصول کا بنیادی ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ عصری تناظر میں ان نتائج کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے، کیونکہ موجودہ دور مادہ پرستی، اخلاقی انحطاط، روحانی خلا، ذہنی اضطراب اور انفرادی خود غرضی جیسے سنگین مسائل سے دوچار ہے۔ تفسیرِ ضیاء القرآن ان چیلنجز کا حل تقویٰ، اخلاص، صبر، شکر، توکل، محبتِ الٰہی اور اصلاحِ باطن جیسے قرآنی و صوفیانہ اصولوں میں تلاش کرتی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ پیر محمد کرم شاہ

---

[18] محی الدین ابن عربی، تفسیر ابن عربی (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 2001ء)، 1:154–156۔

[19] احمد یار خان نعیمی، تفسیرِ نعیمی، ج 1 (لاہور: نعیمی کتب خانہ، مختلف ایڈیشنز)، تفسیر سورۃ البقرۃ، آیات 2–5۔

[20] احمد یار خان نعیمی، نور العرفان فی تفسیر القرآن (لاہور: مکتبۃ المدینہ، مختلف ایڈیشنز)، سورۃ البقرۃ، آیات 2–5۔

الازہریؒ کی صوفیانہ تعبیرات محض ماضی کے فکری ورثے کی نمائندہ نہیں بلکہ عصرِ حاضر میں بھی فرد کی شخصیت سازی، معاشرتی ہم آہنگی، اخلاقی استحکام اور دینی شعور کی بیداری کے لیے مؤثر رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ سورۃ البقرہ کی ابتدائی آیات کی تفسیر میں پیش کردہ صوفیانہ افکار نہ صرف اسلامی روحانیت کی صحیح تعبیر پیش کرتے ہیں بلکہ جدید معاشرے کی فکری، اخلاقی اور روحانی ضروریات کو پورا کرنے کی بھرپور صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں اخلاصِ نیت کو تمام اعمال کی قبولیت کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ ہر عمل کی حقیقی قدر و قیمت اس کے ظاہری حسن سے زیادہ اس کے باطنی مقصد اور نیت پر موقوف ہوتی ہے۔ قرآنِ مجید نے مختلف مقامات پر ریاکاری، نمود و نمائش اور احسان جتلانے سے منع کرتے ہوئے خالصتاً رضائے الٰہی کے لیے عمل کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیات 265–264 اسی بنیادی اصول کو نہایت مؤثر مثالوں کے ذریعے واضح کرتی ہیں۔ ضیاء القرآن میں پیر محمد کرم شاہ الازہری نے ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے اخلاصِ نیت کو تصوف اور تزکیۂ نفس کا بنیادی ستون قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک انسان کی روحانی ترقی، قربِ الٰہی اور اعمال کی قبولیت اسی وقت ممکن ہے جب نیت ہر قسم کی ریا، خود نمائی اور دنیاوی مفاد سے پاک ہو۔ اسی بنا پر ان آیات کی صوفیانہ تعبیر عصرِ حاضر میں بھی فرد کی روحانی و اخلاقی اصلاح کے لیے نہایت اہم اور قابلِ عمل رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

سورۃ البقرہ کی آیات 265–264 میں اللہ تعالیٰ نے انفاق کے حقیقی مقصد کو واضح کرتے ہوئے اخلاصِ نیت کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا ۖ لَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ﴾

اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور ایذا پہنچا کر اس شخص کی طرح باطل نہ کرو جو لوگوں کو دکھانے کے لیے اپنا مال خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔

اس کے بعد اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ ان مخلص اہلِ ایمان کی مثال بیان فرماتا ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور اپنے ایمان کے استحکام کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ ان کی مثال ایک ایسے سرسبز باغ کی دی گئی ہے جو بلند زمین پر واقع ہو اور بارش کے باعث کئی گنا زیادہ پھل دے۔ یہ تمثیل واضح کرتی ہے کہ خالص نیت کے ساتھ کیا گیا عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں غیر معمولی قبولیت اور اجر کا سبب بنتا ہے۔ ضیاء القرآن میں پیر محمد کرم شاہ الازہری ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ عمل کی حقیقی روح اخلاص ہے۔ اگر عبادت، صدقہ، دعوت یا خدمتِ دین میں شہرت، تعریف یا دنیاوی مفاد کی آمیزش ہو جائے تو بظاہر بڑا عمل بھی اپنی روح کھو دیتا ہے۔ صوفیائے کرام کے نزدیک اخلاص وہ مقام ہے جہاں بندہ ہر عمل کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے انجام دیتا ہے اور مخلوق کی تعریف یا مذمت اس کے ارادے کو متاثر نہیں کرتی۔ یہی کیفیت سلوک و تصوف کی بنیاد ہے، کیونکہ تزکیۂ نفس کا مقصد بھی نیت کو ہر قسم کی ریا، تکبر اور خود نمائی سے پاک کرنا ہے۔[21]

صوفیانہ فکر میں اخلاص کو "اعمالِ قلب" میں بنیادی مقام حاصل ہے۔ امام ابو حامد الغزالی کے مطابق اخلاص یہ ہے کہ بندہ اپنے تمام اعمال کو غیر اللہ کی ہر آمیزش سے محفوظ رکھے اور صرف رضائے الٰہی کو مطلوب بنائے۔ اس تصور کے مطابق ظاہری عبادات اسی وقت بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوتی ہیں جب ان کی بنیاد اخلاص پر قائم ہو۔ اگر نیت میں ریا یا شہرت کا عنصر شامل ہو تو عمل کی معنوی تاثیر ختم ہو جاتی ہے۔[22] عصرِ حاضر میں اخلاصِ نیت کی اہمیت پہلے سے کہیں زیادہ نمایاں ہو گئی ہے۔ سوشل میڈیا، ڈیجیٹل پلیٹ فارمز اور تشہیری ماحول نے نیکی کے کاموں کو بھی نمائش کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ خیرات، فلاحی سرگرمیوں اور دینی خدمات کی تشہیر بعض اوقات نیت کے اخلاص کو متاثر کر دیتی ہے۔ اس تناظر میں تفسیرِ ضیاء القرآن کی یہ تعلیم نہایت مؤثر معلوم ہوتی ہے کہ ہر نیکی کا اصل معیار لوگوں کی تحسین نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ اگر انسان اپنے اعمال کا مقصد صرف ربِ کریم کی خوشنودی کو بنائے تو وہ ریاکاری، خود نمائی اور نمود و نمائش جیسی روحانی بیماریوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ مزید برآں، اخلاصِ نیت فرد کی شخصیت میں عاجزی، انکساری اور احساسِ ذمہ داری پیدا کرتا ہے۔ ایسا انسان خدمتِ خلق کو عبادت سمجھتا ہے۔ اپنی نیکی کا اظہار کرنے کے بجائے اسے اللہ تعالیٰ کی توفیق تصور کرتا ہے اور ہر عمل کے بعد قبولیت کی دعا کرتا ہے۔ یہی وہ روحانی کیفیت ہے جو تصوف کے عملی پہلو کو معاشرتی اصلاح سے جوڑتی ہے۔ اس اعتبار سے تفسیرِ ضیاء القرآن میں بیان کردہ اخلاص کا تصور محض

---

21 ضیاء القرآن، از پیر محمد کرم شاہ الازہری (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز)، ج 1، تفسیر سورۃ البقرہ، آیات 264–265، ص 430–433۔

22 احیاء علوم الدین، از امام ابو حامد الغزالی (بیروت: دار المعرفۃ)، ج 4، کتاب الإخلاص والنیۃ، ص 365–372۔

ایک روحانی نظریہ نہیں بلکہ ایک ایسا عملی اخلاقی نظام ہے جو جدید معاشرے میں دینی، سماجی اور اخلاقی زندگی کو خالص بنیادوں پر استوار کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔اس طرح سورۂ البقرہ کی آیات 264–265 کی صوفیانہ تعبیر یہ واضح کرتی ہے کہ عمل کی قدر وقیمت اس کی ظاہری صورت سے نہیں بلکہ نیت کے اخلاص سے وابستہ ہے۔یہی تعلیم موجودہ دور میں فرد کی روحانی تعمیر، اخلاقی تطہیر اور معاشرتی اصلاح کے لیے نہایت مؤثر اور قابلِ عمل رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

امام ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی کا مؤقف:

تفسیرِ ضیاء القرآن میں بیان کردہ اخلاصِ نیت کے تصور کی تائید دیگر کلاسیکی مفسرین بھی کرتے ہیں۔امام قرطبی نے سورۂ البقرہ کی آیات 265–264 کی تفسیر میں واضح کیا ہے کہ صدقہ، عبادت اور ہر نیک عمل کی قبولیت کا مدار اخلاص پر ہے۔اگر انفاق میں ریا، احسان جتلانا یا کسی قسم کی اذیت شامل ہو جائے تو اس کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف وہی عمل قبول فرماتا ہے جو خالصتاً اس کی رضا کے لیے انجام دیا جائے۔امام قرطبی کے مطابق ان آیات میں ریاکار شخص کی مثال اس چکنی چٹان کی مانند ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو، پھر تیز بارش اسے دھو کر صاف کر دے؛ اسی طرح ریا سے آلودہ اعمال بظاہر بہت نظر آتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی کوئی حقیقی قدر باقی نہیں رہتی۔ اس کے برعکس مخلص مومن کے اعمال ایک ایسے سرسبز باغ کی مانند ہیں جو ہر حال میں پھل دیتا ہے، کیونکہ ان کی بنیاد خلوص اور رضائے الٰہی پر قائم ہوتی ہے۔اس تشریح سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاص نہ صرف عبادات کی قبولیت کی شرط ہے بلکہ انسان کی روحانی ترقی اور تزکیۂ نفس کا بنیادی ذریعہ بھی ہے، جو تفسیرِ ضیاء القرآن میں پیش کیے گئے صوفیانہ تصورِ اخلاص کی مکمل تائید کرتا ہے۔[23] اسی طرح امام قرطبی یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ریا درحقیقت دل کی بیماری ہے۔ جو بندے کو اللہ تعالیٰ سے دور اور مخلوق کی خوشنودی کا طالب بنا دیتی ہے۔اس کے برعکس اخلاص انسان کو توحیدِ خالص، حسنِ نیت اور قربِ الٰہی کی طرف لے جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اہلِ تصوف نے اخلاص کو تمام مقاماتِ سلوک کی اساس قرار دیا ہے، کیونکہ جب تک نیت خالص نہ ہو، نہ عبادت میں لذت پیدا ہوتی ہے اور نہ ہی روحانی ترقی حاصل ہوتی ہے۔[24]

---

[23] الجامع لأحکام القرآن، از امام ابو عبداللہ محمد بن احمد القرطبی (قاہرہ: دار الکتب المصریۃ، 1964ء)، ج 3، ص 308–311، تفسیر سورۃ البقرۃ، آیات 264–265۔

[24] ھمان، ج 3، ص 311–313۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

مفتی احمد یار خان نعیمیؒ کے نزدیک اخلاصِ نیت اور ریا سے اجتناب:

علامہ مفتی احمد یار خان نعیمیؒ سورۃ البقرہ کی آیات 264–265 کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ صدقہ اور دیگر نیک اعمال کی قبولیت کا اصل معیار اخلاصِ نیت ہے، نہ کہ ان کی ظاہری کثرت یا لوگوں میں شہرت۔ وہ فرماتے ہیں کہ احسان جتانا، ایذا پہنچانا اور ریاکاری ایسے اخلاقی عیوب ہیں جو نیکی کے اجر کو ضائع کر دیتے ہیں۔ قرآن نے ریاکار کے عمل کو اس چٹان سے تشبیہ دی ہے جس پر مٹی کی ایک تہہ ہو اور بارش اسے دھو کر صاف کر دے، یعنی بظاہر نیکی موجود دکھائی دیتی ہے مگر اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے اس کا کوئی ثواب باقی نہیں رہتا[25]–علامہ نعیمیؒ کے نزدیک مومن کا ہر عمل صرف رضائے الٰہی کے لیے ہونا چاہیے، کیونکہ اخلاص ہی عبادت کی روح اور قربِ الٰہی کا حقیقی ذریعہ ہے۔ یہی تصور صوفیانہ فکر میں تزکیۂ نفس، اصلاحِ نیت اور باطنی پاکیزگی کی اساس قرار پاتا ہے۔ دوسری جانب علامہ نعیمیؒ آیت ﴿وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ﴾ کی تفسیر میں واضح کرتے ہیں کہ مخلص اہلِ ایمان کا عمل اس سرسبز باغ کی مانند ہے جو زرخیز زمین پر واقع ہو اور معمولی بارش سے بھی کئی گنا زیادہ پھل دے۔ ان کے نزدیک یہ مثال اس حقیقت کو بیان کرتی ہے کہ خالص نیت کے ساتھ کیا گیا عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں غیر معمولی اجر اور برکت کا سبب بنتا ہے[26]–صوفیانہ نقطۂ نظر سے اخلاص انسان کو ریا، خود نمائی اور دنیا طلبی سے محفوظ رکھتا ہے اور اس کے قلب میں عاجزی، توکل اور محبتِ الٰہی پیدا کرتا ہے۔ عصرِ حاضر میں، جب سوشل میڈیا اور تشہیر کے رجحانات نیکی کے اعمال کو بھی نمائش کا ذریعہ بنا دیتے ہیں– تفسیرِ نعیمی کی یہ تعلیم نہایت اہم ہے کہ ہر عبادت اور خدمتِ خلق کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔ یہی طرزِ فکر فرد کی روحانی تربیت، اخلاقی استحکام اور معاشرتی اصلاح کا مضبوط ذریعہ بنتا ہے۔

مندرجہ بالا نتائج اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ سورۂ البقرہ کی آیات (264–265) میں اخلاصِ نیت کو اعمالِ صالحہ کی روح قرار دیا گیا ہے، جبکہ ریا، احسان جتلانے اور نمود و نمائش کو اعمال کی قبولیت میں سب سے بڑی رکاوٹ بتایا گیا ہے۔ پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے تفسیرِ ضیاء القرآن میں ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے اخلاص کو تصوف کی بنیادی اساس قرار دیا ہے اور واضح کیا ہے کہ حقیقی بندگی کا معیار ظاہری عبادات کی کثرت نہیں بلکہ دل کی پاکیزگی، رضائے الٰہی کا حصول اور نیت کا خلوص ہے۔ ان کی تعبیر سے معلوم ہوتا ہے کہ تصوف کا مقصد انسان کے باطن کو تکبر، ریا، خود نمائی اور دنیا طلبی جیسی روحانی بیماریوں سے پاک کر کے اسے اللہ تعالیٰ کی خالص اطاعت اور محبت کے مقام تک پہنچانا ہے۔ یہی مفہوم امام ابو حامد الغزالیؒ اور امام قرطبیؒ کی آراء سے بھی تقویت پاتا ہے، جن کے نزدیک اعمال کی حقیقی قدر و قیمت ان کے ظاہری حسن سے نہیں بلکہ نیت کے اخلاص سے متعین ہوتی ہے۔ عصری تناظر میں ان آیات کی معنویت مزید نمایاں ہو جاتی ہے- کیونکہ موجودہ دور میں سوشل میڈیا، شہرت پسندی اور تشہیری رجحانات نے نیکی کے اعمال میں اخلاص کو متاثر کرنے والے متعدد اسباب پیدا کر دیے ہیں۔ ایسے ماحول میں تفسیرِ ضیاء القرآن کی صوفیانہ تعبیر انسان کو خود احتسابی، عاجزی، اخلاص اور رضائے الٰہی کو ہر عمل کا بنیادی مقصد بنانے کی تعلیم دیتی ہے۔ اس تعلیم کے نتیجے میں نہ صرف فرد کی روحانی اور اخلاقی تربیت ہوتی ہے بلکہ معاشرے میں دیانت داری، خدمتِ خلق، احساسِ ذمہ داری، باہمی اعتماد اور حسنِ اخلاق جیسے مثبت اوصاف بھی فروغ پاتے ہیں۔ اس اعتبار سے سورۂ البقرہ کی آیات (264–265) کی صوفیانہ تعبیر محض ایک روحانی نظریہ نہیں بلکہ عصرِ حاضر کے اخلاقی، سماجی اور فکری مسائل کے حل کے لیے ایک مؤثر اور جامع اسلامی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

ایمان بالغیب اسلامی عقائد کی اساس اور قرآنی ہدایت کا اولین تقاضا ہے، کیونکہ یہی ایمان انسان کے قلب میں اللہ تعالیٰ، آخرت اور دیگر غیبی حقائق پر کامل یقین پیدا کرتا ہے۔ قرآنِ مجید نے متقین کی سب سے پہلی صفت ایمان بالغیب کو قرار دے کر اس کی غیر معمولی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ صوفیانہ فکر میں ایمان بالغیب محض ایک اعتقادی تصور نہیں بلکہ معرفتِ الٰہی، تزکیۂ نفس اور روحانی ارتقا کا نقطۂ آغاز ہے۔ ضیاء القرآن میں پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ایمان بالغیب کو یقینِ کامل، اعتماد علی اللہ اور اصلاحِ باطن کی بنیاد قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک جب بندہ غیب پر کامل ایمان رکھتا ہے تو اس کے اعمال میں اخلاص، تقویٰ، توکل اور استقامت پیدا ہوتی ہے- جو اسے

[25] احمد یار خان نعیمی، تفسیرِ نعیمی، ج 1 (لاہور: نعیمی کتب خانہ، مختلف ایڈیشنز)، تفسیر سورۃ البقرۃ، آیات 264–265۔

[26] احمد یار خان نعیمی، نور العرفان فی تفسیر القرآن) لاہور: مکتبۃ المدینہ، مختلف ایڈیشنز)، سورۃ البقرۃ، آیات 264–265۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

قربِ الٰہی کی منزل تک پہنچانے میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔ اس اعتبار سے ایمان بالغیب کی صوفیانہ تعبیر عصرِ حاضر میں فکری انتشار، مادیت اور روحانی خلا کے ازالے کے لیے نہایت مؤثر رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ درج ذیل آیت کریمہ

﴿ٱلَّذِينَ يُؤۡمِنُونَ بِٱلۡغَيۡبِ وَيُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَمِمَّا رَزَقۡنَٰهُمۡ يُنفِقُونَ﴾ ایمان بالغیب اسلامی عقیدہ اور روحانی تربیت کا بنیادی ستون ہے۔ قرآنِ مجید نے متقین کی پہلی نمایاں صفت "الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ" بیان کی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدایتِ الٰہی سے حقیقی استفادہ وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ، فرشتوں، وحی، آخرت اور دیگر غیبی حقائق پر کامل ایمان رکھتے ہیں۔ تصوف کی اصطلاح میں ایمان بالغیب انسان کے قلب میں یقین، معرفتِ الٰہی اور روحانی بصیرت پیدا کرتا ہے۔ جس کے نتیجے میں بندہ اللہ تعالیٰ کی دائمی نگرانی کا شعور حاصل کرتا ہے اور اس کی زندگی اخلاص، تقویٰ اور احسان سے آراستہ ہو جاتی ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت ﴿الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ﴾ (2:3) میں ایمان بالغیب کو اہلِ تقویٰ کی پہلی اور بنیادی صفت قرار دیا گیا ہے۔ ضیاء القرآن میں پیر محمد کرم شاہ الازہری اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ غیب سے مراد وہ تمام حقائق ہیں جو انسانی حواس سے پوشیدہ ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، ملائکہ، وحی، جنت، جہنم، قیامت اور تقدیر۔ مومن کا کمال یہ ہے کہ وہ ان حقائق کو محض ظاہری مشاہدے کی بنیاد پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خبرِ صادق کی بنیاد پر قبول کرتا ہے۔ یہی یقین انسان کے باطن کو مضبوط کرتا اور اسے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رکھتا ہے۔[27] تفسیرِ ضیاء القرآن میں ایمان بالغیب کو صرف اعتقادی مسئلہ نہیں بلکہ روحانی ارتقا کا سرچشمہ قرار دیا گیا ہے۔ مفسر کے مطابق جب بندے کے دل میں غیب پر ایمان راسخ ہو جاتا ہے تو اس کے اندر تقویٰ، توکل، صبر، اخلاص اور خوفِ خدا جیسی اعلیٰ صفات پیدا ہوتی ہیں۔ یہی کیفیت تصوف کی روح ہے، کیونکہ صوفیہ کے نزدیک سلوک کا آغاز یقین سے اور تکمیل معرفتِ الٰہی پر ہوتی ہے۔ ایمان بالغیب انسان کو اس مقام تک پہنچاتا ہے جہاں وہ ہر عمل میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھتا ہے اور دنیاوی مفادات کے بجائے آخرت کی کامیابی کو اپنا مقصد بناتا ہے۔

صوفیانہ فکر میں ایمان بالغیب کا تعلق "یقین" اور "معرفت" سے بھی ہے۔ امام ابو حامد الغزالی کے مطابق یقین محض ذہنی تصدیق کا نام نہیں بلکہ ایسی قلبی کیفیت ہے جو انسان کے ظاہر وباطن دونوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے تابع کر دیتی ہے۔ جب یقین کامل ہو جاتا ہے تو بندہ دنیا کی عارضی حقیقتوں سے بے نیاز ہو کر رضائے الٰہی کی جستجو میں لگ جاتا ہے، اور یہی کیفیت معرفتِ الٰہی کا دروازہ کھولتی ہے۔[28] اہلِ تصوف نے ایمان بالغیب کے ساتھ "کشف" کا بھی ذکر کیا ہے، تاہم واضح رہے کہ کشف شریعت کا مستقل ذریعہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ایک روحانی کیفیت ہے۔ جو قرآن وسنت کی پابندی اور تزکیۂ نفس کے نتیجے میں بعض صالح بندوں کو حاصل ہو سکتی ہے۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری بھی اپنی تفسیر میں اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ ایمان کی بنیاد ہمیشہ وحیِ الٰہی اور سنتِ نبوی ﷺ ہے۔ نہ کہ ذاتی مکاشفات یا باطنی تجربات۔ اس لیے معرفت اور کشف اسی وقت معتبر ہیں جب وہ شریعتِ مطہرہ کے مطابق ہوں۔[29] عصرِ حاضر میں مادیت، الحاد اور سائنسی مادہ پرستی کے بڑھتے ہوئے رجحانات نے ایمان بالغیب کے تصور کو چیلنج کیا ہے۔ بہت سے لوگ صرف انہی حقائق کو تسلیم کرتے ہیں جو تجربہ یا مشاہدہ سے ثابت ہوں۔ جبکہ قرآنِ مجید انسان کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ حواس سے ماورا حقائق پر ایمان ہی حقیقی ہدایت کا نقطۂ آغاز ہے۔ اس تناظر میں تفسیرِ ضیاء القرآن کی صوفیانہ تعبیر جدید انسان کو یہ پیغام دیتی ہے کہ سائنس اور عقل اپنی جگہ اہم ہیں، لیکن انسانی عقل کی حدود ہیں۔ جبکہ وحی ان حدود سے آگے رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ ایمان بالغیب انسان کے اندر امید، اطمینان، اخلاقی ذمہ داری اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد پیدا کرتا ہے۔ جو موجودہ دور کی فکری بے یقینی اور روحانی اضطراب کا مؤثر علاج ہے۔

---

[27] ضیاء القرآن، از پیر محمد کرم شاہ الازہری (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز)، ج 1، تفسیر سورۃ البقرہ، آیت 3، ص 41–45۔

[28] احیاء علوم الدین، از امام ابو حامد الغزالی (بیروت: دار المعرفۃ)، ج 4، کتاب التوحید والتوکل، ص 245–252۔

[29] ضیاء القرآن، ج 1، ص 44–45۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

اس طرح سورۂ البقرہ کی آیت 3 کی صوفیانہ تعبیر یہ واضح کرتی ہے کہ ایمان بالغیب صرف عقیدہ نہیں بلکہ ایک ایسی روحانی قوت ہے جو انسان کے باطن کو نورِ یقین سے منور کرتی ہے۔ اسے معرفتِ الٰہی کی طرف لے جاتی ہے اور اس کی عملی زندگی کو تقویٰ، اخلاص اور احسان کے سانچے میں ڈھال دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تفسیرِ ضیاء القرآن میں ایمان بالغیب کو تصوف کی بنیاد اور عصرِ حاضر میں روحانی واخلاقی اصلاح کا مؤثر ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔

مؤقف ابن العربی

تفسیرِ ضیاء القرآن میں ایمان بالغیب کی جو صوفیانہ تعبیر بیان کی گئی ہے۔ اس کی تائید معروف صوفی بزرگ محی الدین ابن عربی کی تعلیمات سے بھی ہوتی ہے۔ ابن عربی کے نزدیک ایمان کا اعلیٰ ترین درجہ وہ ہے جو انسان کے قلب میں یقینِ کامل پیدا کرے اور اسے اللہ تعالیٰ کی دائمی معیت کا شعور عطا کرے۔ ان کے مطابق غیب پر ایمان محض غیر مرئی حقائق کی تصدیق نہیں بلکہ ایک ایسی روحانی کیفیت ہے جس کے ذریعے بندہ ظاہری اسباب سے بلند ہو کر اللہ تعالیٰ کی حکمت، قدرت اور تدبیر پر کامل اعتماد حاصل کرتا ہے۔ یہی یقین بعد ازاں معرفتِ الٰہی کی بنیاد بنتا ہے اور سالک کو قربِ الٰہی کی منازل تک پہنچاتا ہے۔[30] ابن عربی کے مطابق قلب جب خواہشاتِ نفس، غفلت اور دنیا کی محبت سے پاک ہو جاتا ہے تو اس میں حقائقِ غیبیہ کے ادراک کی استعداد پیدا ہوتی ہے۔ تاہم وہ واضح کرتے ہیں کہ یہ معرفت قرآن وسنت کی اتباع کے بغیر معتبر نہیں ہو سکتی۔ ان کے نزدیک کشف اور مشاہدہ ایمان کا بدل نہیں بلکہ ایمان، تقویٰ اور اتباعِ شریعت کا ثمرہ ہیں۔ اس بنا پر وہ اس امر پر زور دیتے ہیں کہ ہر روحانی تجربہ شریعتِ محمدی ﷺ کے تابع ہونا چاہیے۔ یہ موقف تفسیرِ ضیاء القرآن میں پیر محمد کرم شاہ الازہری کی اس تعبیر سے ہم آہنگ ہے کہ ایمان بالغیب کی اصل بنیاد وحیِ الٰہی ہے، نہ کہ ذاتی مکاشفات یا وجدانی کیفیات۔[31] اس اعتبار سے ابن عربی کی تعلیمات یہ واضح کرتی ہیں کہ ایمان بالغیب انسان کو یقین، معرفت، توکل اور قربِ الٰہی کی طرف رہنمائی دیتا ہے۔ جبکہ کشف و مشاہدہ اسی ایمان کے نتیجے میں حاصل ہونے والی روحانی نعمتیں ہیں، نہ کہ دین کا مستقل ماخذ۔ یہی تصور عصرِ حاضر میں بھی انسان کو مادیت، شکوک وشبہات اور روحانی بے یقینی سے نکال کر یقینِ کامل اور معرفتِ الٰہی کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ علامہ مفتی احمد یار خان نعیمیؒ سورۃ البقرہ کی آیت ﴿ٱلَّذِينَ يُؤۡمِنُونَ بِٱلۡغَيۡبِ﴾ کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ غیب سے مراد وہ تمام حقائق ہیں جو انسانی حواس سے پوشیدہ ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، ملائکہ، وحی، جنت، دوزخ، قیامت اور تقدیر۔ مومن کی امتیازی صفت یہ ہے کہ وہ ان تمام امور کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی سچی خبر کی بنیاد پر بلا تردد قبول کرتا ہے۔ علامہ نعیمیؒ کے نزدیک ایمان بالغیب محض اعتقادی اقرار نہیں بلکہ قلبی یقین اور روحانی بصیرت کا سرچشمہ ہے، جو انسان کے دل میں خشیتِ الٰہی، تقویٰ اور اخلاص پیدا کرتا ہے[32]- صوفیانہ نقطۂ نظر سے یہی یقین سلوک کی پہلی منزل ہے، کیونکہ جب بندہ غیب پر کامل ایمان رکھتا ہے تو اس کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع ہو جاتا ہے اور وہ دنیاوی خواہشات کے بجائے آخرت کی کامیابی کو اپنی منزل بنا لیتا ہے۔ علامہ نعیمیؒ مزید وضاحت کرتے ہیں کہ ﴿وَيُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَمِمَّا رَزَقۡنَٰهُمۡ يُنفِقُونَ﴾ ایمان بالغیب کے عملی مظاہر ہیں۔ ان کے مطابق نماز انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد، خشوع اور تعلق مع اللہ کو مضبوط کرتی ہے، جبکہ انفاق فی سبیل اللہ دل کو بخل، حرص اور دنیا پرستی سے پاک کرتا ہے[33]- یہی اوصاف تصوف کی حقیقی روح ہیں، جہاں ایمان کو صرف نظری عقیدہ نہیں بلکہ عملی تزکیۂ نفس اور اخلاقی تربیت کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ عصرِ حاضر میں جب مادیت، الحاد اور فکری بے یقینی نے روحانی اقدار کو کمزور کیا ہے- تفسیرِ نعیمی کی یہ تعبیر واضح کرتی ہے کہ ایمان بالغیب انسان کو باطنی سکون، اخلاقی استقامت اور اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد عطا کرتا ہے- جو جدید دور کے روحانی بحران کا مؤثر علاج ہے۔

---

[30] الفتوحات المكية، از محی الدین محمد بن علی ابن عربی (بیروت: دار صادر، 1997ء)، ج2، ص256–260۔

[31] فصوص الحکم، از محی الدین محمد بن علی ابن عربی، تحقیق: أبو العلاء عفیفی (بیروت: دار الکتاب العربی، 1946ء)، ص48–52۔

[32] احمد یار خان نعیمی، تفسیرِ نعیمی، ج1 (لاہور: نعیمی کتب خانہ، مختلف ایڈیشنز)، تفسیر سورۃ البقرۃ، آیت 3۔

[33] احمد یار خان نعیمی، نور العرفان فی تفسیر القرآن) لاہور: مکتبۃ المدینہ، مختلف ایڈیشنز)، سورۃ البقرۃ، آیت 3۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

مندرجہ بالا نتائج سے واضح ہوتا ہے کہ سورۃ البقرہ کی آیت ﴿الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ﴾ میں ایمان بالغیب کو محض ایک اعتقادی اصول کے طور پر نہیں بلکہ ایک جامع روحانی و عملی نظام کی بنیاد کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے تفسیرِ ضیاء القرآن میں اس حقیقت کو نمایاں کیا ہے کہ غیب پر ایمان انسان کے باطن کی اصلاح، تزکیۂ نفس اور قربِ الٰہی کا بنیادی وسیلہ ہے۔ ان کے نزدیک جب بندۂ مومن اللہ تعالیٰ، ملائکہ، وحی، آخرت اور دیگر غیبی حقائق پر کامل یقین رکھتا ہے تو اس کے اندر تقویٰ، اخلاص، صبر، توکل اور خوفِ خدا جیسی اعلیٰ روحانی صفات پیدا ہوتی ہیں، جو اس کے کردار اور عملی زندگی میں مثبت تبدیلی کا سبب بنتی ہیں۔ اسی تناظر میں امام ابو حامد الغزالیؒ اور محی الدین ابن عربیؒ کی آراء بھی اس امر کی تائید کرتی ہیں کہ معرفتِ الٰہی، کشف اور روحانی مشاہدات ایمان اور اتباعِ شریعت کے ثمرات ہیں، نہ کہ دین کے مستقل ماٰخذ۔ اس سے یہ حقیقت مزید واضح ہوتی ہے کہ تفسیرِ ضیاء القرآن میں تصوف کی بنیاد قرآن و سنت کی کامل پیروی پر قائم ہے۔

عصری تناظر میں ایمان بالغیب کی یہ تعبیر غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے، کیونکہ موجودہ دور مادیت، الحاد، سائنسی مادہ پرستی اور روحانی بے یقینی جیسے فکری چیلنجز سے عبارت ہے۔ ایسے حالات میں تفسیرِ ضیاء القرآن انسان کو یہ شعور عطا کرتی ہے کہ انسانی عقل اپنی حدود رکھتی ہے اور اس کی تکمیل وحیِ الٰہی کی رہنمائی سے ہوتی ہے۔ ایمان بالغیب انسان کے اندر امید، اطمینانِ قلب، اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد اور اخلاقی ذمہ داری کا احساس پیدا کرتا ہے۔ جس کے نتیجے میں اس کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں استحکام پیدا ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے سورۃ البقرہ کی آیت (2:3) کی صوفیانہ تعبیر محض روحانی مباحث تک محدود نہیں بلکہ جدید انسان کی فکری، اخلاقی اور روحانی ضروریات کا مؤثر جواب پیش کرتی ہے، اور یہ ثابت کرتی ہے کہ حقیقی ہدایت، باطنی سکون اور متوازن شخصیت کی تشکیل ایمان بالغیب اور شریعتِ محمدی ﷺ کی پیروی ہی سے ممکن ہے۔

نتائج تحقیق

1۔ یہ تحقیق "تفسیرِ ضیاء القرآن میں صوفیانہ تعبیرات کی عصری معنویت کا تجزیاتی مطالعہ " کے عنوان سے مرتب کی گئی ہے، جس کا بنیادی مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے اپنی تفسیر میں تصوف کو قرآن و سنت کی روشنی میں کس طرح پیش کیا ہے اور اس کی تعلیمات عصرِ حاضر کے روحانی، اخلاقی اور سماجی مسائل کے حل میں کس قدر مؤثر ہیں۔

2۔ تحقیق کے آغاز میں تفسیرِ ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کی علمی و روحانی شخصیت اور تصوف کے حقیقی مفہوم کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ اس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حقیقی تصوف شریعت سے الگ کوئی نظام نہیں بلکہ تزکیۂ نفس، اخلاص، تقویٰ، محبتِ الٰہی، محبتِ رسول ﷺ، حسنِ اخلاق اور خدمتِ خلق پر مبنی اسلامی طرزِ حیات کا نام ہے۔

3۔ بعد ازاں سورۃ البقرہ کی متعدد آیات کی روشنی میں تفسیرِ ضیاء القرآن کی صوفیانہ تعبیرات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ سورۃ البقرہ (2:2–5) کی تفسیر میں تقویٰ اور تزکیۂ نفس کو روحانی اصلاح کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ اخلاصِ نیت (2:264–265) کے ضمن میں واضح کیا گیا ہے کہ اعمال کی قبولیت کا دارومدار ظاہری صورت پر نہیں بلکہ نیت کی پاکیزگی پر ہے۔ اسی طرح ایمان بالغیب (2:3) کو یقینِ کامل، معرفتِ الٰہی اور اصلاحِ باطن کا سرچشمہ قرار دیا گیا ہے۔ جب کہ صبر (2:153، 155) کو آزمائشوں میں استقامت، اللہ تعالیٰ پر توکل اور روحانی ترقی کا بنیادی ذریعہ بتایا گیا ہے۔

4۔ تحقیق میں امام غزالیؒ، امام قرطبیؒ، شیخ محی الدین ابن عربیؒ اور دیگر معتبر علماء کی آراء سے تقابلی استفادہ کرتے ہوئے یہ واضح کیا گیا ہے کہ پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کی صوفیانہ تعبیرات قرآن و سنت اور اہلِ سنت کے معتدل منہج سے مکمل ہم آہنگ ہیں۔ ان کی تفسیر میں تصوف کو بدعات، غلو اور غیر شرعی نظریات سے پاک، خالص اسلامی روحانی تربیت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

5۔ عصری تناظر میں یہ تحقیق اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ مادیت، ذہنی اضطراب، اخلاقی زوال، خود غرضی، ریاکاری، بے یقینی اور روحانی خلا جیسے جدید مسائل کا مؤثر علاج قرآنِ مجید کی انہی روحانی تعلیمات میں مضمر ہے۔ جنہیں تفسیرِ ضیاء القرآن نہایت متوازن انداز میں بیان کرتی ہے۔ تقویٰ، اخلاص، ایمان بالغیب، صبر، توکل اور تزکیۂ نفس کی تعلیمات نہ صرف فرد کی روحانی و اخلاقی تعمیر کرتی ہیں بلکہ ایک متوازن، پرامن اور بااخلاق معاشرے کی تشکیل میں بھی بنیادی کردار ادا کرتی ہیں۔

6۔ مجموعی طور پر یہ تحقیق ثابت کرتی ہے کہ تفسیرِ ضیاء القرآن میں پیش کردہ صوفیانہ تعبیرات علمی اعتبار سے مستند، اعتدال پسند اور قرآن و سنت سے ہم آہنگ ہیں۔ اور موجودہ دور کے فکری، روحانی اور اخلاقی چیلنجز سے نمٹنے کے لیے نہایت مؤثر اور قابلِ عمل رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔